مسلم معاشرے میں مسجد کی ضرورت واہمیت
(اسلامی تعلیمات اور عصر حاضر کے تناظر میں تحقیقی و تطبیقی جائزہ)

*زیاض احمد سعید
محمد یعقوب گوندل

ABSTRACT

Undoubtedly Masjid has most significant role in Muslim society till the age of the Holy Prophet . This article elaborates the importance of Masjid, its need and role in Islamic Society with special reference to the modern ages. In present age of decline and sedition, the role of Masjid has been limited till offering prayers and other religious activities. Contrary to this in golden age of Muslims like; Prophet-hood and righteous caliphate the Masjid had dynamic feature and excellent role in Muslim society. For example at a time it was a community center, religious place of worships, house of parliament, house of Justice, Bait-ul-mall like state bank, capital administration(Office of the Head of the State). It was also an educational and training center for Muslim community. Muslim believers came to Masjid for solution of their problems related to this world and the world hereafter and Muslim Imam was able to provide unique guidelines and best solutions of their all issues. We can use Masjid these objectives in contemporary era as well. For that purpose Masjid administration and Imam should be well trained and highly qualified with excellent moral and oral communication skills. An Islamic Government has a responsibility to took charge of Masjid and provide an exemplary environment of moral, social and legal needs of Muslim society. If we want to transform our society according to our moral and social requirement we should keep focus on Masjid activities. In these research efforts are made to elaborate the role of masjid and its need in Muslim society according to modern requirements of the society.

Key words: Masjid, its role in the Muslim society, Islamic teachings, modern era.

* لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، نمل، اسلام آباد
لیکچرار ، نمل ،ملتان

تمہید: اس تحقیق میں مسلم معاشرے میں مسجد کے مقام و مرتبہ کو اجاگر کرتے ہوئے معاشرتی اصلاح میں مسجد کے حقیقی کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ شریعت اسلامیہ میں اسکی مرکزی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے عہد نبوی کی مسجد کا استعمال بیان کیا گیا ہے تا کہ عصر حاضر میں اسکا استعمال ویسے ہی بنایا جاسکے جیسا کہ عہد رسالت میں تھا۔ موجودہ حالات میں مسجد کا استعمال صرف نماز کی حد تک محدود کرنا، اس میں کسی اصلاحی و تربیتی پروگرام کا انعقاد نہ کرنا اور اسے ہر وقت بند رکھنا ایک لمحہ فکریہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ دور میں مسلمانوں اور اسلامی تعلیمات کے مابین دوری پیدا ہو چکی ہے۔ اس تناظر میں جب ہم شریعت اسلامیہ میں مسجد کی اہمیت اور اسکے حقیقی کردار کو دیکھتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے معاشرے کا ہر کام اور اسکی ضرورت مسجد سے ہی منسلک ہے۔ اور لوگ ہر قسم کی رہنمائی اسی مرکز سے حاصل کرتے نظر آتے ہیں۔ پھر اس آرٹیکل میں یہ بات بھی زیر بحث لائی گئی ہے کہ مسجد کے ذمہ داراں جیسے خطیب، امام اور انتظامیہ کو اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونا چاہئیے تا کہ وہ مسجد سے منسلک ہر شخص سے اچھا رویہ رکھ سکیں اور مختلف پروگرامات اور خطبات کے ذریعے عصری مسائل پر ترکیز کر کے لوگوں کی مناسب رہنمائی کر سکیں۔ اور اسی طرح اس بات پر بھی زور دیا گیا ہے کہ مسجد کی عمارت باقاعدہ منصوبہ بندی اور نقشے کے مطابق تعمیر کی جائے جس میں تمام بنیادی اور ضروری سہولیات کا اہتمام کیا جائے تا کہ لوگ گہری دلچسپی سے مسجد کا رخ کر کے رہنمائی حاصل کریں اور ذہن میں عبادت کا جامع تصور لئے ہوئے ہر وہ کام کریں جو شرعا ممنوع نہ ہو، جیسے نماز پنجگانہ، اسلام کی جامع تعلیم کا حصول و ابلاغ، مختلف معاشرتی فیصلے، مریضوں کا علاج معالجہ، تربیتی اجتماعات اور نکاح کا انعقاد وغیرہ۔ اور خصوصا اس بات پر بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ عامہ الناس اور مسجد کا آپس میں گہرا تعلق ہونا چاہیے کیونکہ جب تک یہ تعلق مضبوط نہیں ہو گا تب تک عصری اور روحانی مسائل کا حل نکلتا ہوا دکھائی نہیں دیتا۔

مسجد کا لغوی مفہوم:

مسجد کا اصل مادہ "سجد" ہے جیسے کہا جاتا ہے سجدیسجد سجوداًسجد کا معنی اپنی پیشانی کو زمین پر رکھنا ہے(1) جیسا کہ کہا جاتا ہے"سجد الرجل "اسکا معنی یہ ہے کہ آدمینے اپنی پیشانی کو زمین پر رکھا(2)۔ اگر "سجد" حرف سین کے ضمہ کے ساتھ ہو تو اسکا مفہوم سجدہ تعظیمہو گا جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے کہ {وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا} (3) "یعنی وہ سب (یعقوبؑ کے بیٹے یوسفؑ کے سامنے) بطور تعظیم جھک گئے"۔ آیت کے اس حصے کا ترجمہ بطور تعظیم جھکنا ہی مراد لیا جاسکتا ہے کیونکہ یعقوبؑ کے بیٹے غیر اللہ کو سجدہ نہیں کیا کرتے تھے(4)۔ مسجد کے اصل مادے "سجد" کا مطلب واضح ہونے کے بعد آیئے مسجد کا مفہوم جانتے ہیں لفظ مسجد حرف جیم کے فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اگر اسے جیم کے فتحہ سے پڑھا جائے تو اسم مصدر قرار پائے گا(5) جس کا مطلب انسانی بدن کے سجدہ کرنے کی جگہ ہے اسکی جمع

"مساجد" آتی ہے(6)جو قرآن مجید کی اس آیت میں استعمال ہوئی ہے۔ارشاد ربانی ہے {وَأَنَّ الْمَساجِدَ لِلَّهِ فَلا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَداً} (7)"اور بے شک مساجد اللہ کی ہیں، تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو"۔

بعض مفسرین نے لفظ" مساجد" کا مطلب یہ بتایا کہ یہاں اس سے مراد انسانی جسم کے وہ اعضاء ہیں جن پر آدمی سجدہ کرتا ہے۔ جیسے گھٹنے ہتھیلیاں، پاؤں پیشانی اور ناک(8)۔اگر لفظ 'مسجد" جیم کے کسرہ کے ساتھ پڑھا جائے تو اس سے مراد سجدہ کرنے کی جگہ ہے(9)۔اس بحث میں اس آخری مفہوم کو پیش نظر رکھا جائے گا۔

اصطلاحی مفہوم:

لفظ مسجد کا عمومی اطلاق زمین کے ہر حصے پر ہوتا ہے چاہے وہ اس کا فراز ہو یا نشیب جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے(جُعِلَتْ لِيَ الأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا وَطَهُورًا)(10)"میرے لیے زمین کو سجدہ گاہ اور پاکیزہ بنایا گیا ہے"۔پھر عرف عام میں مسجد کے عمومی مفہوم کو خاص کرتے ہوئے اسکا اطلاق صرف اس جگہ پر کیا گیا ہے۔جو پانچ نمازوں، نماز جمعہ وعیدین کے لئے مخصوص ہو(11)۔اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے مسجد سے مراد وہ جگہ ہے جو نماز اور عبادات کے لیے مختص ہو اور یہ جگہ دین اسلام کی اہم عمارت اور نشانی ہے(12)۔

اس بحث سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ لفظ مسجد جیم کے کسرہ کے ساتھ وہ جگہ ہے جو دین اسلام کی اہم عمارت ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اسکی عبادت کے لئے مخصوص ہوتی ہے، ذکر وعبادات کا وسیع تر مفہوم یہی ہے کہ زندگی کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے رسول ﷺ کی ہدایات کے مطابق ڈھال دیا جائے۔اب مسجد کا مفہوم اچھی طرح ذہن نشین ہونے کے بعد مناسب ہے کہ اس کے مقام ومرتبہ کو قرآن وحدیث کی روشنی میں دیکھ لیا جائے تاکہ مسلم معاشرے کے لیے اس کی اہمیت مکمل طور پر واضح ہو جائے۔

فضلیت مسجد قرآن کی روشنی میں

تمام مساجد چاہے چھوٹی ہوں یا بڑی اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں قرآن کریم کی 28 ایسی آیات ہیں جن میں خود اللہ تعالیٰ نے اپنے گھروں(مساجد) کا تذکرہ فرما کر انکے مقام ومرتبے اور فضلیت واہمیت کو اچھی طرح واضح فرما دیا۔ اختصار سے کام لیتے ہوئے چند آیات کا مطالعہ ضروری ہے۔ ارشاد ربانی ہے{ وَأَنَّ الْمَساجِدَ لِلَّهِ فَلا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَداً}(13)"اور بے شک مساجد اللہ کی ہیں، تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو"۔

محمد علی صابونی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ" مساجد اللہ کی عبادت کے لیے ہیں اس لئے صرف اللہ کی ہی عبادت ہونی چاہیے کیونکہ یہود ونصاریٰ جب اپنی عبادت گاہوں میں داخل ہوتے تھے تو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے

تھے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ جب مساجد میں داخل ہوں تو صرف اللہ کی عبادت کریں"(14)۔اللہ تعالیٰ نے مساجد کو تعمیر کرنے اور انہیں ذکر وعبادت سے آباد رکھنے کی ہدایت فرمائی۔اور آباد رکھنے والوں کو اہل ایمان ہونے کا سرٹیفیکیٹ عطا فرمایا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے{إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَى أُولَئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ}(15)"اللہ کی مسجدوں کو تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان لاتے اور نماز پڑھتے اور زکاۃ دیتے ہیں، اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔یہی لوگ امید ہے کہ ہدائت یافتہ لوگوں میں (داخل) ہوں"۔

یعنی جو مسجد کو کسی بھی طرح آباد رکھے گا وہ ایمان والا ہے اور جو نہیں رکھے گا گویا اس میں ایمان ہی نہیں اللہ تعالی نے آیت میں کلمہ حصر "انما" استعمال فرما کر ایمان کو مسجد کے آباد رکھنے سے مشروط فرما دیا ہے۔امام رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مسجد کی آبادی ایمان کی دلیل ہے بلکہ آیت نے ظاہری طور پر ایمان کے ہونے کو مسجد کی آبادی سے مشروط کر دیا ہے(16)۔ اساآبادی سے مراد علمی و عملی حلقات قائم کرنا اور مسجد کی تمام چیزوں کا خیال رکھنا ہے جیسے قالین بچھانا، روشنی کرنا، عبادت و ذکر کرنا اور جو لوگ کسی بھی لحاظ سے مساجد میں اللہ کی عبادت اور اسکا ذکر کرنے میں رکاوٹ کا باعث بنتے ہیں یا کسی بھی قسم کا فتنہ و فساد پھیلانے کا سبب بنتے ہیں انہیں دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب عظیم کی سند عطا کی ہے(17)۔ارشاد ربانی ہے کہ{وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَى فِي خَرَابِهَا أُولَئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ}(18)"اور اس بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے نام کا ذکر کیے جانے کو منع کرے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔ان لوگوں کو کچھ حق نہیں کہ ان میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے۔ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب"۔

امام رازی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر لکھتے ہیں کہ جو شخص مساجد میں کسی قسم کی خرابی کا باعث بنتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنے والے سے زیادہ بُرا ہے اور وہ فسق وفجور کے انتہائی درجے پر فائز ہے۔مساجد میں اللہ کا ذکر کرنا اس کی عبادت بجالانا انہیں گناہ اور فسق وفجور سے بچانا اور انہیں آباد کرنے اور رکھنے کے بھرپور جدوجہد کرنا ہر مسلمان کا فرض اور اس کی ذمہ داری ہے(19)۔

مسجد کی اہمیت حدیث کی نظر میں

نبی اکرم ﷺ نے مسجد کو مسلم معاشرے میں مرکزی حیثیت عطا کی ہے۔اس کی اہمیت و فضلیت بڑے تکرار سے فرمائی ہے یہی وجہ ہے کہ ہر محدث نے مسجد کے متعلق صحیح احادیث کا تذکرہ کیا ہے اور ہر شارح نے احادیث

کی تشریح کرتے ہوئے احکامات بیان کیے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا(مَنْ بَنَى مَسْجِدًا يَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللَّهِ بَنَى اللَّهُ لَهُ مِثْلَهُ فِيالجَنَّةِ)(20) "جس نے اللہ کی رضا کے لئے مسجد بنائی اللہ اس کے لئے جنت میں اسی طرح کا گھر بنائے گا" بس مسجد کی تعمیر جنت کے حصول کا ذریعہ ہے اور مسجد کے تعمیر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت میں اسی طرح یا اس سے افضل گھر عطا فرمائے گا۔ لیکن یہ تب ہو گا جب ان مساجد کی تعمیر کسی دنیاوی لالچ وطمعاور ریاکاری اور دکھلاوے سے پاک ہو گی، اور محض اللہ کی رضااور خوشنودی کے حصول کے لیے ہو گی۔

امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ کی نظر میں تعمیر مسجد کا مقصد اخلاص نیت کے ساتھ رضائے الٰہی ہے۔ بنانے والے کی نیت ہر قسم کی ریاکاری سے پاک ہونی چاہیے اور صرف اللہ کی رضا مطلوب ہونی چاہیے(21)۔ اللہ تعالیٰ نے مسجد کی تعمیر کرنے والوں کے لیے اپنے سب سے بڑے انعام جنت کو عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے ظاہر ہے کہ بڑاانعام بڑے کام کے نتیجے میں ملتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ مسجد کی تعمیر ایک بڑا کام ہے۔ کیونکہ اسلامی نظام کا احیاء اسی سے ہی ممکن ہے۔ اس مضمون کو ذہن میں رکھ کر سوچا جائے تو مسجد کی فضلیت واہمیت صحیح معنوں میں اجاگر ہو جاتی ہے۔ اگر احادیث مبارکہ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بنفس نفیس مسجد کی تعمیر آبادی کی طرف اپنی توجہ مرکوز فرمائی کیونکہ مسجد کی اہمیت ایک مسلمان معاشرے کے لیے وہی حیثیت رکھتی ہے جو غذا جسم کے لیے معاشرے کو مسلمان رکھنے کے لیے مسجد کا قیام ضروری ہے۔ جیسے جسم کو زندہ رکھنے کے لیے غذا اور خوراک ضروری ہے۔ تو یہی وجہ ہے کہ ہجرت مدینہ کے موقعہ پر آپ ﷺ نے اپنا پہلا کام مسجد قباء کی تعمیر کی صورت میں سرانجام دیا تاکہ مدینہ منورہ کے مسلمانوں کی توجہ مسجد کی طرف رہے اور اللہ کی عبادت کے ذریعے انکا ایمان مضبوط سے مضبوط تر ہوتا رہے۔ مزید برآں مسجد کی اہمیت وفضلیت اس بات سے واضح ہو جاتی ہے کہ احادیث میں مسجد بنانے کے لیے نقشہ، مسجد کی دیواریں، مسجد کی چھت، مسجد کا فرش، مسجد کا منبر، مسجد کے دروازے، مسجد کے ستونوں اور مسجد میں بچھائی جانے والی چٹائیوں تک سب کی ہدایات موجود ہیں اور آپ ﷺ نے اس اسلامی مرکز کو زیادہ سے زیادہ تعمیر کرنے اور اسے صاف ستھرا رکھنے کا حکم دیا ہے۔(عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبِنَاءِالْمَسَاجِدِ فِي الدُّورِ وَأَنْ تُنَظَّفَ وَتُطَيَّبَ)(22)"عائشہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے محلوں میں مساجد بنانے، انھیں صاف اور خوشبودار رکھنے کا حکم دیا"

علامہ ابو طیب عظیم آبادی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہاس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ محلوں میں مساجد تعمیر کرنا واجب ہے۔ اور اسیطرح ان مساجد کا میل کچیل، گرد وغبار، گندگی سے صاف رکھنااور ان میں خوشبو کا اہتمام کرنا ضروری ہے(23)۔ بہر حال مسجد کا ادب واحترام لازم قرار دیا گیاہے اوراس میں غیر ضروری باتوں سے اجتناب

کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ہر اس کام سے منع کیا گیا ہے جس کا کوئی فائدہ نہ ہو۔ تا کہ مسجد کے مقام و مرتبہ میں کوئی فرق نہ آنے پائے جو بھی مسجد میں داخل ہو پہلے وہ اپنا دایاں پاؤں پھر بایاں پاؤں داخل کرتے ہوئے یہ دعا پڑھے۔(**اللهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ**)(24)"اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے" یہاں تک کہ داخل ہونے والے کے لیے یہ بھی حکم ہے کہ وہ داخل ہونے کے بعد فضول نہ بیٹھے بلکہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نفل تحیۃ المسجد کے طور پر ادا کرے تا کہ اس کے ذہن میں مسجد کی فضلیت اچھی طرح اجاگر ہو جائے اور اسپر واضح ہو جائے کہ وہ کہاں آیا بیٹھا ہے۔ تا کہ پوری یکسوئی کے ساتھ اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جائے۔ پیغمبر خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا(**إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ**)(25) " جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اسے بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لینی چاہیے"۔

مسجد اور معاشرے کا باہمی تعلق

مسجد اور مسلم معاشرہ ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ مسجد کے بغیر اسلامی احکامات کی تذکیر ممکن نہیں ،ایمان کو برقرار رکھنا انتہائی مشکل ہے۔ اسلام کا اہم ترین ستون نماز کا قائم رہنا باقی نہیں رہتا۔ گویا یوں کہنا بے جا نہ ہو گا کہ مسجد کے بغیر مسلم معاشرے کی پہچان ہی ختم ہو جاتی ہے۔ مسجد کے میناروں سے جب اذان گونجتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ یہاں بسنے والے لوگ مسلمان ہیں۔ مسجد کے وجود سے ہی ایک مسلم معاشرے کا وجود برقرار رہتا ہے۔ یوں کہنا غلط نہ ہو گا کہ مسجد ہے تو مسلم معاشرہ ہے۔ مسجد نہیں ہے تو مسلم معاشرہ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مساجد ہدایت کے مینار اور دین کی اشاعت کا ذریعہ ہیں۔ جس کی وجہ سے مسلم معاشرہ زندہ رہتا ہے اور ہدایت حاصل کرتا ہے۔ اگر مسجد کی حقیقت اور اسکی اہمیت کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو ہم آج بھی اسے عہد نبوی ؐ کی مسجد بنا سکتے ہیں۔ اس کا استعمال ویسا ہی ہو سکتا ہے جیسا کہ نبی ﷺ کے پاکیزہ عہد میں تھا۔ اس عہد کی مسجد نے مسلمانوں کو اپنے اتنا قریب کر لیا تھا کہ وہ انکا ایک لحاظ سے اپنا ہی گھر شمار ہو تا تھا۔ وہ اپنے تمام معاملات کو دین اسلام کے قالب میں ڈھالنے کے لیے مسجد کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور کی مسجد نے معاشرے کے ایسے افراد کار پیدا کیے جنھوں نے پوری دنیا میں اسلام کا جھنڈا لہرا دیا۔ صحابہ کرام کی پاکیزہ اور صالح جماعت دراصل مسجد ہی کی تربیت یافتہ ہے۔ لہذا اصلاح معاشرہ کے لئے مسجد کے وجود کا انکار ممکن ہی نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالی کے یہ گھر مسلم معاشرے کو باہم مربوط رکھنے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے کہ {**فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ**}(26)"(وہ قندیل) ان گھروں میں(ہے) جن کے

بارے میں اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بلند کیے جائیں اور وہاں اللہ کے نام کا ذکر کیا جائے (اور) ان میں صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہیں"۔

امام طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ آیت میں "بیوت" سے مراد مساجد ہیں جن کا احترام کیا جائے اور ان میں لغویات سے اجتناب کیا جائے (27)۔ اور اسی طرح امام نسفی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ آیت اس بات پر قوی دلیل ہے کہ لوگوں کی قلبی عبادت اور انکی نقائص سے پاکیزگی اور ایک جامع مسجد سے ہی ممکن ہے۔ یقیناً جب معاشرے میں بسنے والے مسلمانوں کی اندرونی اور بیرونی طہارت مطلوب ہوگی تو مسجد اپنا کردار ادا کرے گی جو لوگوں کے دلوں کو پاک کرے گی اور انکے اذہان کو صاف کرے گی اور انہیں سیدھی راہ دکھلائے گی۔ جب معاشرے کے اکثر افراد کا حال یہ ہوگا تو یقیناً ایک پاکیزہ مسلم معاشرہ وجود میں آئے گا۔ اس لحاظ سے مسلم معاشرے اور مسجد کا آپس میں تعلق انتہائی گہرا معلوم ہوتا ہے۔ شریعت کا مزاج ہمیں یہ بتاتا ہے کہ ہر معاشرتی کام جس سے مسلمانوں کی اجتماعیت برقرار رہ سکے اور انکی دینی منفعت مطلوب ہو تو ایسے کام کا مسجد میں سرانجام دینا جائز ہے (28)۔ اس مضمون کو امام احمد بن حجر عسقلانی مھلب کا قول ذکر کرتے ہوئے یوں بیان کرتے ہیں کہ "الْمَسْجِدُ مَوْضُوعٌ لِأَمْرِ جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ فَمَا كَانَ مِنَ الْأَعْمَالِ يَجْمَعُ مَنْفَعَةَ الدِّينِ وَأَهْلِهِ جَازَ فِيهِ" (29) مسجد مسلمانوں کی اجتماعیت کے لئے بنائی گئی ہے۔ لہذا ہر وہ کام جو دین اور اہل دین کے فائدے کے لئے ہو اس کا مسجد میں کرنا جائز ہے۔

مسلم معاشرے کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ مسجد کا استعمال مثبت ہو ایسا اہتمام ہونا چاہیے کہ اس کے دروازے لوگوں کے لئے ہر وقت کھلے رہیں اس میں تعلیم وتربیت کے ایسے مواقع فراہم کیے جائیں جن سے تزکیہ نفس ہو سکے۔ ڈاکٹر صالح بن غانم کہتے ہیں کہ بے شک مسجد کا معاشرے سے تعلق اس میں دن اور رات میں پنجگانہ نماز ادا کرنے سے کہیں زیادہ ہے۔ (یہ ٹھیک نہیں) کہ اس کا دروازہ بند کر دیا جائے اور اس کا تعلق مسلمانوں اور انکے تمام حالات سے ختم کر دیا جائے۔ یہ ضروری ہے کہ اس (مسجد) کا اجتماعی نظام سے فعال تعلق برقرار رہے (30)۔

نبی کریم ﷺ نے مسلم معاشرے کو مسجد کے ساتھ مربوط رہنے پر ابھارا ہے تاکہ لوگ اس اسلامک سنٹر سے بھرپور رہنمائی حاصل کریں۔ لوگوں کے مسجد میں آنے کو باعث ثواب، بلندی درجات اور دفعہ سیئات کا اہم ذریعہ قرار دیا ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے۔ «أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللهُ بِهِ الْخَطَايَا، وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟» قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: «إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ، فَذَلِكُمُ الرِّبَاطُ» (31) "کیا میں تمھیں ایسی بات نہ بتا دوں جس سے اللہ خطاؤں سے درگزر کرتا ہے اور درجات بلند کرتا

ہے ، (صحابہ) نے عرض کی ،کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ؟ مساجد کی طرف کثرت سے جانا ، نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا

اس حدیث میں ترغیب وتحریض ہے کہ لوگ زیادہ سے زیادہ مسجد کیطرف رجوع کریں۔ اندرونی اور بیرونی پاگیزگی اختیار کریں، اپنے رب کا ذکر کریں، اس کی عبادت کریں تاکہ اجتماعیت برقرار رہے۔ اور یوں ایک مسلم معاشرہ وجود میں آئے جو انتہائی منظم ہو۔ جس کے رہنے والے آپس میں اللہ کے لئے محبت رکھنے والے ہوں، امن سے رہنے والے ہوں باہم تعاون کرنے والے ہوں۔ اسی مقصد کے حصول کے لیے نبی اکرم ﷺ نے معاشرے کی تمام بنیادی ضروریات کو مسجد سے مربوط فرمادیا۔ تاکہ ان دونوں کے تعلق میں کسی قسم کا رخنہ پیدا نہ ہونے پائے ذیل میں ہم ان بنیادی ضروریات کا جائزہ لیتے ہیں۔

تعلیم

علم کا حصول ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے ایسا علم جس سے وہ اپنے رب کی معرفت حاصل کر سکے۔ زندگی گزارنے کا ڈھنگ اور طریقہ سیکھ سکے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پہچان کر سکے۔ امن وسلامتی کا پیغام بن سکے۔ شعور کے اس درجے تک پہنچ سکے جو ایک انسان کے رہنے کے لئے اور پھر مسلمان رہنے کے لیے لازم ہے اس لئے اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ)(32) " علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے"

امام سیوطی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس علم سے مراد علم اخلاص اور ایسے نفس کی پہچان والا علم ہے اور ایسا علم جس سے اعمال کی صحت اور ان کا طریقہ معلوم ہو سکے۔ کیونکہ ان اعمال کا دارومدار اخلاص نیت پر ہے۔ اگر اعمال کے ذریعے نیت غرور و تکبر کی ہے تو یہ چیز اخلاص کی عمارت کو ڈھادے گی۔ ایک قول ہے حلال وحرام کا علم فرض ہے، ایک قول یہ ہے رحمان اور شیطان کے راستے کا علم، ایک قول ہے کہ خرید و فروخت، نکاح و طلاق کا علم۔ گویا جب کوئی مسلمان جس چیز کو شروع کرنے لگے تو اس کا علم فرض ہے۔ بعض نے اسلام کے ارا کین کا علم جبکہ بعض نے توحید کا علم مراد لیا ہے(33)۔ بہر حال مسلمان کے لیے اتنا علم حاصل کرنا ضروری ہے جس کے ذریعے وہ اپنی عائلی اور معاشرتی زندگی کو اسلام کے قالب میں ڈھال سکے۔ ایسا علم ہر بڑے چھوٹے، مرد عورت، جوان بوڑھے یہاں تک کہ بچے کے لیے بھی ضروری ہے بے شک ایسے علم کے حصول کا ایک بڑا ذریعہ اور سرچشمہ مسجد ہے جہاں پوری یکسوئی اور ثواب کی نیت سے علم حاصل کیا جاتا ہے جو پوری زندگی کے لئے ذہن میں پیوست ہو جاتا ہے۔ اور زندگی کے معاملات خود بخود اسکے مطابق ڈھلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ یوں یہ مسجد معاشرے کی ایک انتہائی اہم اور بنیادی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ ذیل میں ہم اسی ضرورت کا جائزہ لیتے ہیں۔

حلقات دروس:

مسجد میں درس وتدریس کے حلقہ جات قائم کرنا دراصل مسجد میں علم کی شمع روشن کرنا ہے جب لوگ بڑے خلوص سے مسجد کی طرف نماز قائم کرنے کے لئے آتے ہیں تو وہ اسی اخلاص کے ساتھ ان حلقات دروس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ یہاں سے حاصل کیا جانے والا علم معاشرے کے لئے روشنی کا مینار ثابت ہو سکتا ہے۔گھر کا سربراہ اپنے گھر والوں اہل وعیال کو یہ تعلیم منتقل کرے گا۔ ایک دوست اپنے دوستوں کو علم منتقل کرے گا مسافر حالت سفر میں دوسرے مسافروں تک یہ بات پہنچائے گا تو اس طرح پورے معاشرے میں اس علم کی روشنی پھیلے گی۔ جہالت کا خاتمہ ہو گا۔ لہذا ہر مسجد میں ان حلقات کو باقاعدہ قائم کرنا چاہییں جن میں قرآن وسنت، تفسیر وحدیث اور فقہ کی تعلیم دینی چاہیے۔ دنیاوی امور اور کاروباری معاملات رہنمائی کے لئے زیر بحث لانے چاہییں تاکہ ایک اچھا ڈاکٹر، ایک اچھا تاجر اور ایک اچھا انجینئر ایک اچھا مسلمان بھی بن سکے۔ نبی اکرم ﷺ مسجد میں حلقات دروس قائم فرمایا کرتے تھے لوگ آپ ﷺ سے مختلف سوالات پوچھا کرتے اور دین کا فہم حاصل کیا کرتے۔ آپ ﷺ ہر ایک کو اسکے فہم اور اسکی سمجھ کے مطابق جوابات دیا کرتے۔ یہی لوگ معاشرے میں جاتے اور ان باتوں کو خوب پھیلایا کرتے تھے۔ابو واقد لیثی کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ مسجد میں تشریف فرماتھے کہ تین آدمی آئے ، دو آدمی آپ کے پاس آگئے اور ایک چلا گیا ، پھر ان میں ایک حلقے میں جگہ دیکھ کر بیٹھ گیا جبکہ دوسرا سب سے آخر میں بیٹھ گیا۔ جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کیا میں تمہیں تین آدمیوں کی خبر نہ دوں ؟ ایک اللہ کی پناہ میں آگیا تو اللہ نے اسے پناہ دے دی ، دوسرے نے حیا کی تو اللہ نے بھی اس سے حیا کی، اور تیسرے نے اللہ سے اعراض کیا تو اللہ نے بھی اس سے اعراض کیا (34)۔

ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی نظر میں مسجد میں حلقہ قائم کر کے کسی عالم یا واعظ کا بیٹھنا اور لوگوں کا ان حلقات میں حصول علم کے لئے شامل ہونا بڑی فضلیت کی بات ہے(35)۔ بہر حال یہ بات ذہن میں رہے کہ ان حلقات کے قائم کرنے کا مقصد دنیاوی مقاصد اور مفادات نہیں ہونے چاہییں بلکہ احترام مسجد کو پیش نظر رکھتے ہوئے بامعنی گفتگو (Discussion)، تبادلہ خیالات، مناسب سوالات وجوابات جو علم کے اضافے کا سبب ہوں کرنے چاہییں، دوسرے کو زچ کرنا، اسے نیچا دکھانے کی کوشش کرنا سراسر فضول ہے۔ان حلقات کا مقصد رسول پاک ﷺ نے بڑے واضح انداز میں یوں فرمایاہے(وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللهِ، يَتْلُونَ كِتَابَ اللهِ، وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ، إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمِ السَّكِينَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ، وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ، لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ)(36)"جب لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں اکٹھے ہوتے ہیں ، کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں ، اور اسے اپنے درمیان پڑھتے پڑھاتے ہیں ، تو اللہ ان پر سکینت نازل

فرماتا ہے ، اور رحمت انھیں ڈھانپ لیتی ہے، اور فرشتے انھیں گھیر لیتے ہیں، اور اللہ ان کا ذکر اپنے ہاں کرتا ہے، جس کا عمل اسے سست کر دے ، اسکا نسب اسے تیز نہیں کر سکتا"

امام نووی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ حدیث مسجد میں تلاوت قرآن کے لئے اجتماع کرنے پر واضح دلیل ہے اور یقینا ایسا اجتماع بڑی فضلیت والا ہے(37)۔لہذا ایسے اجتماعات اور حلقہ جات کا مقصد مناظرہ بازی، تفرقہ بازی اور دیگر مذموم مقاصد پورے کرنا ہرگز نہیں ہونا چاہیے بلکہ صرف اور صرف علم کا حصول، دین کا فہم اور معاشرے کی اصلاح کرنا مقصود ہو۔

خطبہ جمعہ

ہفتے کے عام دنوں میں مسلمان نماز پنجگانہ ادا کرنے کے لئے مسجد جاتے ہیں۔یہ نمازیں وہ چھوٹے اجتماعات ہیں ۔جو ایک طرف عبادت ہیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد پیدا کرنے کا ذریعہ ہیں۔پھر ہفتے کا ایک دن جمعہ کہلاتا ہے۔ ایک بڑے اجتماع کی صورت میں منعقد ہوتا ہے۔مسلمان زیادہ تعداد میں شریک ہوتے ہیں اور نماز ادا کرنے کے ساتھ ساتھ منبر سے اٹھنے والی آواز کو غور سے سنتے ہیں۔اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے عزم مصمم کرتے ہیں۔یہی آواز در اصل معاشرے کی اصلاح میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔خطیب کو چاہیے کہ وہ ایسے موضوعات کا انتخاب کرے جو لوگوں کو اپیل کرتے ہوں۔پورے سال کی مناسبت سے اسلامی واقعات کے مطابق گفتگو ہونی چاہیے۔ایسے معاشرتی مسائل پر بات کرنی چاہیے جس سے لوگ عام طور پر دوچار ہوں۔ہر مشکل کا حل صحیح طور پر دینی رہنمائی میں پیش کرنا چاہیے۔نوجوانوں کی بڑھتی ہوئی خراب صورتحال کو ٹھیک کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔فحاشی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے سامنے بند باندھنے کی سعی کرنی چاہیے۔نشہ اور دیگر فاسد اشیاء کی مذمت کرنی چاہیے۔لوگوں کے عام روز مرہ معاملات کو زیر بحث لانا چاہیے۔اور انہیں تاکید کرنی چاہیے کہ وہ اپنے تمام معاملات کو قرآن و سنت کے مطابق بنائیں۔ہمیشہ اچھی گفتگو کریں۔نرم رویہ رکھیں۔آپس میں محبت کریں امن سے زندگی گزاریں۔ایک دوسرے کے معاون بن جائیں۔تاکہ انکی معاشرتی زندگی امن وسلامتی سے بھرپور ہو کر خوشگوار بن جائے۔یہی گفتگو نبی اکرم ﷺ مسجد کے منبر سے فرمایا کرتے تھے۔اسی وجہ سے لوگوں کے قلوب مسجد سے معلق رہتے تھے۔اور دینی رہنمائی حاصل کرنے کے لئے ہمہ تن گوش رہتے تھے۔اسی طرح خلفاء راشدین نے مسجد کے منبر کو لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ بنایا۔اور عہد نبوی کی حیثیت کو برقرار رکھا آج بھی مساجد کے منبر اسی آواز کے منتظر نظر آتے ہیں۔ جب تک یہ کام نہیں کیا جائے گا۔تب تک نہ ہماری معاشرت کی اصلاح ہوگی اور نہ ہی سیاسی زندگی میں انقلاب برپا ہوگا۔

مجلس الدعوۃ والارشاد کے تحت خطبہ جمعہ اور خطیب کی ذمہ داریوں سے متعلق قواعد وضوابط یوں مذکور ہیں کہ خطبہ جمعہ کا مقصد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اسکی نافرمانی سے بچنے کی تلقین کرنا ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا عمل مبارک تھا۔ خطیب کو چاہئیے کہ وہ قرآن و سنت کے مضبوط دلائل کی بنیاد پر صحیح عقیدے کی وضاحت اور دلوں میں موجود ایمان کو قوی کرے، عبادات سے متعلق مسائل، حلال و حرام کے مسائل تفصیل سے بیان کرے، حالات کی مناسبت سے گفتگو کرے جس کی لوگوں کو ضرورت ہو، غلط باتوں کی سختی سے تردید اور اسلام کے خلاف پیدا ہونے والے شبہات کا رد پیش کرے۔ آئمہ اور علماء کے اقوال، ان کا کردار لوگوں کے سامنے بیان کرے تا کہ وہ اپنا کردار بھی ویسے ہی بنا سکیں۔ عصر حاضر کے فتنوں کی تفصیل، ان کا سدباب اور ان سے بچنے کے طریقے ذکر کرے، اسلامی اخوت، بھائی چارے اور اتحاد امت کا درس دے(38)۔

نبی کریم ﷺ اپنے خطبات میں لوگوں کی اصلاح پر زور دیا کرتے تھے، انہیں صالح اعمال پر ابھارا کرتے تھے۔ بے شک لوگوں کی اصلاح ایک فرض ہے۔ آپ ﷺ نے اس فرض کو پورا کرنے کے لیے مسجد و منبر کو ایک اہم ذریعہ بنایا۔ ہجرت مدینہ کے موقعہ پر آپ ﷺ نے مسجد کا قیام عمل میں لا کر اس کی اہمیت کو اچھی طرح اجاگر کر دیا۔ پھر مسجد اور اپنے خطبات کے ذریعے اس وقت کے لوگوں کی اصلاح فرمائی، جو کمزوری دیکھی اسے دور کرنے کی کوشش فرمائی اور انہیں کتاب اللہ کی طرف بلایا اور اسے مضبوطی سے تھامے رکھنے کی تلقین فرمائی۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا" اپنا حصہ لے لو اور اللہ کی حدود کو تجاوز نہ کرو، اس نے تمھیں اپنی کتاب سکھائی اور اپنے راستے پر چلایا تا کہ وہ سچے اور جھوٹے لوگوں کو جان سکے، تم احسان کرو جسطرح اللہ نے تم پر احسان کیا، اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھو، اور اسکی راہ میں جہاد کرو، اس نے تمھیں چن لیا اور تمھارا نام مسلمان رکھا پھر فرمایا، اللہ کے سوا کوئی طاقت نہیں، تم اس کا کثرت سے ذکر کرو، اور موت کے بعد والے اعمال کرو"(39)۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ خطبہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ ﷺ خطبات کے ذریعے وقت کے تقاضوں اور لوگوں کی ضرورت کے مطابق اصلاح فرمایا کرتے تھے لہذا سنت رسول ﷺ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے خطبہ کے ذریعے اصلاح ایک خطیب و داعی کی نہ صرف اولین ذمہ داری ہے بلکہ اس پر فرض ہے۔

مختلف کورسز کا انعقاد

لوگوں میں تعلیم عام کرنے کے لیے مسجد میں مختلف شارٹ کورسز کا انعقاد کیا جانا چاہیے۔ مثلاً طہارت کورس کا انعقاد جس میں طہارت کے مسائل، وضو کا طریقہ، غسل کا طریقہ وغیر سکھایا جائے۔ صلاۃ کورس کا انعقاد جس میں نماز قائم کرنے کا طریقہ نماز سے متعلق احادیث کا اجرا اور اس کے مسائل پر گروپ ڈسکشن کی جائے۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضلیت بیان کی جائے، اصلاح معاشرہ کورس جس میں لوگوں کے باہمی معاملات، امن و سلامتی کے مسائل پڑوسیوں کے حقوق، باہمی

روپے جیسے اہم مسائل زیر بحث لانے چاہیں۔ اسی طرح کئی دیگر مستفید کورسز کا انعقاد کیا جا سکتا ہے اور انکے انعقاد کی جگہ مسجد کے علاوہ کہیں اور موثر نہیں ہو سکتی۔ کورس کا عنوان متعین کیا جائے کیونکہ اسکا تعین ہونے سے مکمل ذہنی یکسوئی ہو جاتی ہے۔ اور عنوان سے متعلق مسائل ازبر ہو جاتے ہیں۔ یوں ہر عمر کے لوگوں کو تعلیم دینا آسان ہو جاتا ہے۔ افسوس ہماری آج کی بیشتر مساجد میں ان سرگرمیوں کا اہتمام نہیں ہوتا جس کی وجہ سے معاشرتی خرابیاں آئے روز زور پکڑ رہی ہیں۔ اور نوجوان نسل مختلف اخلاقی خرابیوں کا شکار نظر آتی ہے دین کے مختلف پہلوؤں سے روشناس کرانے اور تعلیم عام کرنے کے لئے مختلف شارٹ کورسز کا انعقاد ایک انتہائی اہم قدم ہے۔ تاکہ مسجد کا استعمال انہی خطوط پر استوار کیا جاسکے۔ جیسا عہد نبوی ﷺ میں تھا۔ ڈاکٹر عبد الفتاح جلال لکھتے ہیں کہ رسول اللہ کے زمانے میں بڑوں کی تعلیم کے لئے مسجد وہ پہلا مدرسہ تھی جہاں رسول اللہ ﷺ بحیثیت معلم، صحابہ کو تعلیم سے بہرہ ور فرمایا کرتے تھے (یہ) وہ جگہ ہے جہاں صحابہؓ نے علم کی تمام اقسام سیکھیں اور ایسی معرفت حاصل کی جو انسان کو دنیا و آخرت میں فائدہ دے اور اسکی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو اسطرح سنوار دے کہ وہ ایک حقیقی مکمل شخصیت بن جائے(40)۔ اس طرح مسجد کے مؤثر اور بھرپور استعمال سے معاشرتی اصلاح ممکن ہے۔

تربیت

تربیت کا معنی پرورش اور بڑھوتری کے ہیں اور اسی طرح حفاظت اور نگرانی کے معنی بھی ہیں۔ قوامیس کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی بچے کو پالنا، اسے بڑا کرنا تربیت کہلاتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ تربیت کا ایک انتہائی اچھا اور خوبصورت معنی یہ بھی ہے کہ اس بچے کی اچھی نگرانی کی جائے۔ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں "**رباه تربية أي أحسن القيام عليه** "(41) یعنی فلاں نے فلاں کی تربیت کی، کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اس کی بھلے طریقے سے نگرانی کی، اس کا خیال رکھا جہاں تک مسجد میں لوگوں کی تربیت کا تعلق ہے تو اسے مراد انکی اخلاقی اقدار کو پروان چڑھانا، انہیں دینی ماحول دینا انہیں اخلاقیات سکھانا دینی احکامات کو زندگی میں عملاً اپنانے پر ابھارنا، قرآن و حدیث کی تعلم کو عام کرنا اور مختلف پروگرامات اور اجتماعات کے ذریعے انکی معاشرتی، سیاسی اور اخلاقی رہنمائی کرنا ہے، تاکہ ایک صالح معاشرہ وجود میں آسکے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ تربیت کا عمل اجتماعات کے بغیر ممکن نہیں اور ایک مسلم معاشرے میں صالح اجتماعیت پیدا کرنے میں مسجد کا کلیدی کردار واضح ہے۔ جیسے نماز پنجگانہ میں اجتماعات جمعہ اور عیدین کی نماز میں اجتماعیت وغیرہ۔ اس اجتماعیت کو قائم رکھنے کے لیے مسجد کا مرکزی کردار سامنے آتا ہے۔ مسجد میں ہر اجتماعیت دراصل تربیت کی ایک کڑی ہوتی ہے۔، ہر صالح اجتماعیت معاشرتی اصلاح کی ترویج کا مظہر ہوتی ہے ۔ ایسی اجتماعیت جب مسجد میں ہوگی۔ تو اس سے مزید بھلائی کا پہلو سامنے آئے گا

کیونکہ مسجد ایک پاکیزہ جگہ ہے اور پاکیزہ جگہ سے پاکیزہ فطرت پاکیزہ خیالات ہی جنم لیتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے{وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا كَذَلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ}(42)"اور جو زمین پاکیزہ ہے اس میں سے سبزہ بھی پروردگار کے حکم سے نفیس ہی نکلتا ہے، اور جو خراب ہے اس میں سے جو کچھ نکلتا ہے ناقص ہوتا ہے۔ اسی ہم لوگوں کے لئے آیتوں کو شکر گزار لوگوں کے لئے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں"۔

عظیم مفسر ابو اللیث سمر قندی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ "البلد الطیب" سے مراد وہ میٹھی اور نرم زمین ہے جو بارش کو قبول کرتی ہے۔ اور لہ لہاتی کھیتی پیدا کرتی ہے۔ بالکل اسی طرح ایک مومن جب وعظ و نصیحت سنتا ہے تو اس کا ایمان ترو تازہ ہو کر عمل ظاہر کرتا ہے۔ اور رہی بنجر زمین تو وہ بارش سے سیر اب ہو کر صرف جھاڑیاں اگاتی ہے۔ اسی طرح جب ایک کافر نصیحت سنتا ہے تو اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرتا"(43)۔ اگر تربیت کا عمل مسجد جیسی پاک، میٹھی اور نرم زمین میں کیا جائے گا تو یقیناً لوگوں کے قلوب اور انکے اذہان میں پیوست ہو جائے گا۔ کیونکہ ان کے دل مساجد کے احترام سے بھرے ہوتے ہیں اس لیے چاہیے کہ معاشرے کی اصلاح اور اس سے برائی کے خاتمے کے لیے مسجد کا بھرپور استعمال کیا جائے تاکہ ایک انتہائی صالح معزز اور سلجھاہوا معاشرہ تشکیل پاسکے۔

نکاح

نسل انسانی کو بڑھانے کے لئے جائز اور حلال راستہ نکاح کہلاتا ہے جو ایک ایسا عقد اور بندھن ہے جس کے ذریعے نہ صرف دو افراد بلکہ دو خاندان باہم جڑ جاتے ہیں اگر دو خاندانوں کے تعلقات کا جائزہ لیا جائے تو یہ پورے ایک معاشرے کا باہم تعلق اور ربط بنتا ہے بہر حال نکاح وہ ایک پاکیزہ بندھن ہے جسے شریعیت اسلامیہ کی نگاہ میں سنت کہتے ہیں۔ اور بعض حالات میں یہ فرض کے درجے تک پہنچ جاتا ہے۔ اگر اس سنت کو ترجیح اول میں رکھ کر مسجد سے جوڑ دیا جائے تو یہ نہ صرف باعث برکت ہو جاتا ہے بلکہ اس کی وجہ سے بہت سی فضول رسومات سے چھٹکارہ بھی مل جاتا ہے۔ اس عقد میں بندھنے کے لئے مسجد سب سے زیادہ موزوں اور اچھی جگہ ہے جہاں اس عقد میں کسی اور جگہ کی نسبت کہیں زیادہ بڑھ کر مضبوطی آجاتی ہے۔ مسجد کا مقام اور مرتبہ ذہن میں اچھی طرح بیٹھ جاتا ہے اور زندگی کے تمام معاملات پر احکامات شریعیت کو لاگو کرنے کا تصور ابھر کر سامنے آجاتا ہے۔ اس لئے اس بندھن کا انتظام مسجد میں ہی کرنا چاہیے تاکہ تمام معاشرتی معاملات میں مسجد کو داخل کیا جاسکے۔ خود نبی اکرمنے مسجد میں عقد نکاح کا حکم دیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا(أَعْلِنُوا هَذَا النِّكَاحَ، وَاجْعَلُوهُ فِي

الْمَسَاجِدِ، وَاضْرِبُوا عَلَيْهِ بِالدُّفُوف)(44)" اس نکاح کا اعلان کرو، اور مساجد میں اسکا انعقاد کرو،اور اس پر دف بجاؤ"

ملا علی قاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ لفظ "اعلنوا" امر ہے اور فعل امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مسجد میں عقد نکاح واجب ہے۔ پھر دوسرے اقوال ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ امر عقد نکاح کے اظہار اور اسے مشہور کرنے کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں مسجد میں عقد نکاح مستحب ہے۔ ہر دو صورت میں مسجد میں نکاح کا انعقاد جہاں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو مطلع کرتا ہے تو دوسری طرف باعث برکت بھی ہے۔ اگر ایسا کیا جائے تو یہ حصول برکت کے ساتھ ساتھ ذریعہ ثابت ہو گا"(45)۔ علامہ زین الدین القاہری رحمہ اللہ مسجد میں نکاح کے انعقاد کو جائز سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ مکروہ یا ناجائز نہیں جیسا کہ خرید و فروخت مکروہ یا ناجائز ہے(46)۔

اس وضاحت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں عقد نکاح ایک افضل عمل ہے کیونکہ نکاح کی دینی اہمیت کے ساتھ ساتھ اسکی معاشرتی ضرورت بھی بالکل واضح ہے۔ تاکہ اہل محلہ اپنی خوشی کے موقعہ پر بھی مسجد کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط رکھ سکیں اور اپنی زندگی کو باعث برکت بنانے کے ساتھ ساتھ اسے مضبوط دینی بنیادیں بھی فراہم کر سکیں۔ مسجد میں عقد نکاح سے متعلق مختلف فقہا کا نقطہ نظر کا مطالعہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جمہور فقہا نے مسجد میں نکاح کا انعقاد باعث برکت قرار دیا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مسجد میں عقد نکاح صرف ایجاب و قبول کی حد تک ہونا چاہیے اگر مزید کچھ کیا جائے تو وہ مکروہ ہو گا جیسے شرائط رکھنا، آواز بلند کرنا یا زیادہ باتیں کرنا وغیرہ مکروہ کے زمرے میں آتا ہے۔ احناف کہتے ہیں کہ مسجد میں عقد نکاح اس وقت تک مکروہ نہیں جب تک کوئی ایسا عمل نہ کیا جائے تو دینی خرابی کی طرف لے جاتا ہو۔ اگر کچھ ایسا ہو تو پھر مکروہ ہے(47)۔

شوریٰ

کوئی بھی اجتماعی نظام باہمی مشاورت کے بغیر ممکن نہیں، خاندانی نظام مشاورت کے بغیر ادھورا ہے۔ اولاد کا اعتماد اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا، جب تک سربراہ، سرپرست یا والد ان سے مشاورت نہ کرلے کوئی حکومت اس وقت تک ملک کو ترقی کی راہوں پر گامزن نہیں کر سکتی جب تک وہ اپنی رعایا کے نمائندوں سے مشورہ نہ کرلے۔ کوئی تنظیم یا تحریک اس وقت تک اپنے مقاصد حاصل نہیں کر سکتی جب تک اسکا لیڈر اپنے کارکن کو مشاورت کے ذریعے اعتماد میں نہ لے کوئی ادارہ اس وقت تک اپنے اہداف تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ اپنے کام کرنے والوں کو مشاورات کے ذریعے مطمئن نہ کرے۔ کوئی معاشرہ اس وقت تک مکمل معاشرہ بن ہی نہیں سکتا جب تک اسکے افراد مشترکہ مسائل کا حل نکالنے کے لئے باہمی مشاورات سے کام نہ لیں۔ یہی خاص وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وحی الٰہی کی روشنی اور اللہ کے حکم کے مطابق کئی مواقع پر اپنے صحابہ سے مشورہ فرمایا تاکہ

مکمل اعتماد، مکمل اتحاد و اتفاق سے کام پایہ تکمیل تک پہنچایا جاسکے۔ جیسے غزوہ بدر کے موقعہ پر مشورہ، غزوہ احد کے موقعہ پر مشورہ ،غزوہ خندق کے موقعہ پر مشورہ کرنا باہمی مشاورت کی شاندار مثالیں ہیں۔ مشورے کی اہمیت اور تحسین فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے {وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ}(48)"اور جو اپنے پروردگار کا فرمان قبول کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور اپنے کام آپس میں مشورے سے کرتے ہیں اور جو (مال) ہم نے ان کو عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں"

امام نسفی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ " انصار مدینہ کی یہ عادت تھی کہ جب بھی کوئی معاملہ درپیش ہوتا تو مشاورت کے بعد اسے کر گزرتے۔ اللہ تعالی نے ان کی اس عادت کو پسند فرماتے ہوئے مذکورہ الفاظ میں ذکر فرمادیا"(49)۔ امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ما تشاور قوم إلا هدوا لأرشد أمرهم)(50) جس قوم نے بھی باہمی مشاورت کی تو وہ اپنے سب سے زیادہ ہدایت یافتہ انجام کو پہنچ گئی۔

مسلمانوں کا اجتماعی نظام مسجد سے جنم لیتا ہے۔ اس نظام کے قالب کے لئے مسجد کی وہی اہمیت ہے جو جسم کے لئے روح کی، اس اجتماعی نظام کو قائم و برقرار رکھنے کے لئے باہمی مشاورت ایک انتہائی ضروری عمل ہے۔ اس لئے اس ضروری عمل کو مسجد میں انجام دینے سے بہت سے معاشرتی جھگڑے ختم کئے جاسکتے ہیں، معاشرتی برائیاں جڑ سے اکھاڑی جاسکتی ہیں اور بہت سے فتنے دبائے جاسکتے ہیں۔ مثلاً کسی محلے کا مقامی فیصلہ کرنے کے لئے اگر پنچائیت یا شوریٰ کا انعقاد مسجد میں کیا جائے تو جلد از جلد نتیجے تک پہنچا جاسکتا ہے۔ کیونکہ مسجد کے تقدس کے پیش نظر صرف کام کی باتیں اور ٹھوس دلائل ذکر کئے جائیں گے۔ فضول باتوں سے اجتناب کیا جائے گا۔ اور ایک فریق دوسرے فریق کے احترام کو ملحوظ خاطر رکھے گا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ظاہر ہوگا کہ ان دونوں فریقوں کے درمیان جلد فیصلہ ہو جائے گا۔ مسجد میں شوری کے متعلق علامہ عباس محجوب لکھتے ہیں کہ مسجد باہمی مشاورت اور فیصلہ کی جگہ ہے۔ اور اسلامی وزارتوں کا مسکن ہے جیسا کہ یہ مسجد نبی کریم ﷺ کے دور میں حاکم کی جگہ ہوا کرتی تھی۔ اور اس مسجد کے ساتھ تعلیمی ادارے کا قیام جہاں صحابہ کرام نے ایمانی و روحانی اور اخلاقی و اجتماعی درس حاصل کیا انہوں نے آپ ﷺ کی تعلیمات سے اپنی روحوں اور جسموں کو متحرک کیا، دینی معاملات کا فہم حاصل کیا۔ حلال و حرام کو پہنچانا اور جب بھی انہیں کوئی معاملہ پیش آتا تو وہ مسجد میں اکھٹے ہوتے باہمی مشاورت کرتے اور ایک ٹھوس نتیجے پر پہنچ کر عمل درآمد کرتے۔ اگر باہمی مشاورت کی جگہ مسجد مقرر کی جائے تو اصلاح معاشرہ کے لازمی نتائج برآمد کئے جاسکتے ہیں۔ اور اس طرح کی آج کی مسجد کو منہج نبوی پر استوار کیا جاسکتا ہے۔ اسے عہد نبوی کی مسجد کی حیثیت دی جاسکتی ہے۔ لوگوں کی توجہ مسجد کی طرف مبذول کی جاسکتی ہے۔ فیصلے مسجد کو معاشرے کا محور و مرکز بناتے ہیں ، دونوں کے درمیان گہرا ربط

پیدا کرنے کے لیے اور معاشرتی مسائل کو منطقی انجام تک پہنچانے کے لیے لازم ہے کہ مسجد کو ترجیح اول میں رکھا جائے اہل محلہ اور اہل علاقہ کے مسائل کو مسجد میں آداب کا پور اخیال رکھتے ہوئے زیر بحث لایا جائے۔ معززین علاقہ ،پنچائتیں، لوکل گورنمنٹس، کونسل کورٹس، خوش اسلوبی سے مسائل کا حل مسجد میں نکالیں ،حتمی فیصلے مسجد میں کریں تاکہ کرپشن ،رشوت اور جھوٹی گواہیوں سے بچا جا سکے مسجد میں فیصلے کرنے کا طریقہ نبی کریم کے عمل مبارک سے ثابت ہے کہ آپؐ نے مسجد کا استعمال جہاں ایک طرف عبادت کے لئے فرمایا وہاں دوسری طرف اس کا استعمال معاشرے کی اصلاح کے لئے بھی فرمایامسجد کو لوگوں کے ہر معاملے سے جوڑ دیا تاکہ مسجد ان کی توجہ کا اولین مرکز بن جائےجیساکہ آپؐ نے کعب بن مالک اور ابن حدود کے درمیان فیصلہ فرمایا "کعب رضی اللہ عنہ سےروایت ہے کہ انھوں نے مسجد میں ابن حدرد سے وہ قرض طلب کیا جو ان پر تھا ، جب دونوں کی آوازیں بلند ہوئیں تو رسول اللہ نے اپنے گھر میں سن لیں ۔ آپ ﷺ نے اپنے حجرے کا پردہ ہٹا کر پکار کر فرمایا: اے کعب ، جواب دیا ؛ اے اللہ کے رسول ﷺ میں حاضر ہوں، آپ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے قرض کا ایک حصہ معاف کردو ، کعب نے جواب دیا : اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے کردیا ، آپ ﷺ نے(ابن حدرد) سے فرمایا: اٹھو اور ادا کردو(51)۔

ابن رجب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مسجد میں قرض خواہ کا مقروض سے اپنے قرض کا مطالبہ کرنا جائز ہے(52)۔اور اسی طرح ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام بخاری اس حدیث اور ترجمہ الباب کے ذریعے اشارہ کر رہے ہیں کہ مسجد میں فیصلہ کرنا جائز ہے۔ البتہ اس بات کا پوراپورا خیال رہے کہ مسجد میں گندگی نہ پھیلے یا کوئی ایسا کام نہ ہو جس سے مسجد کے آداب کا خیال نہ رہے(53)۔ دراصل کعب بن مالک کا مسجد میں قرض لینے کا مطالبہ کرنا اور نبی کریم ﷺ کا مسجد میں دونوں کے درمیان فیصلہ فرمانا اس بات کی قوی دلیل ہے کہ اہل محلہ کے فیصلے مسجد میں کیے جا سکتے ہیں ۔

ڈاکٹر عبدالکریم العقل لکھتے ہیں کہ کوئی بھی شہر یا گاؤں ایسا نہیں جہاں کوئی فیصلہ کرنے والا قاضی نہ ہو۔پس اسے چاہیے کہ شرعی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے لوگوں کو دین کی تعلیم دے ، احکام فتوی سمجھائے اور انکی اصلاح کی فکر کرے اور ان کے اجتماعی مسائل حل کرے اور ان کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے مسجد کو اپنا مرکز بنائے(54)۔ اور اسی طرح وزارت اوقاف کویت کی طرف سے شائع ہونے والے موسوعہ میں مسجد میں فیصلے کرنے کے حوالے سے مختلف فقہا کا نقطہ نظر بیان کیا گیا ہے کہ احناف اورحنابلہ کہتے ہیں کہ مسجد میں قرض کا تقاضاکیا جا سکتاجا ہے۔ لہذا قاضی فیصلہ کرنے کے لئے مسجد میں بیٹھے کیونکہ رسول ﷺ بھی فیصلہ کرنے

لئے مسجد میں بیٹھا کرتے تھے۔ اور آپ کے بعد خلفاء راشدین نے بھی اس عمل کو جاری رکھا اگر کسی حائضہ یا نفاس والی عورت کا فیصلہ کرنا ہو تو قاضی مسجد سے اُٹھ کر دروازے پر آئے گا۔اور موقف کی سماعت کرے گا۔ مالکیہ کے ایک قول کے مطابق مسجد میں بیٹھ کر فیصلہ کرنا مستحب عمل ہے(55)۔

علاج

مسجد کی دینی ،سیاسی اور معاشرتی حیثیت کو قائم رکھتے ہوئے وقتی ضرورت کے پیش نظر اسے علاج گاہ میں تبدیل کیا جا سکتاہے۔اس میں مریضوں کا تشفی بخش علاج کیا جا سکتاہے بلکہ یوں کہنا بجا ہوگا کہ مسجد میں کسی مریض کا کیا جانے والا علاج زیادہ قابل اطمینان ہو سکتاہے۔کیونکہ مریض دو طرح کے علاج سے مستفید ہو سکتا ہے۔ایک جسمانی اور دوسرا روحانی جسمانی علاج کے لئے دوا استعمال کرے گا۔اور روحانی علاج کے لئے دعا، ذکراور نماز سے کام لے گا۔اس لئے مسجد میں یا مسجد سے ملحقہ علاج گاہ زیادہ موثر ہو سکتی ہے۔دور جدید میں اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو توفیق بخشی ہے جنہوں نے مسجد کی عمارت کے نقشے میں فری ڈسپنسری کو شامل کیا ہے۔جہاں سے اہل محلہ دوا حاصل کرتے ہیں اور مسجد کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔میری رائے یہ کہ ہر مسجد کو پوری منصوبہ بندی کے ساتھ بنایاجائےاور اس میں لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر علاج گاہ کی تعمیر بھی کی جائے تاکہ زمانہ نبوت والی مسجد ذہنوں میں تازہ ہو جائے۔(عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أُصِيبَ سَعْدٌ يَوْمَ الخَنْدَقِ فِي الأَكْحَلِ، «فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْمَةً فِي المَسْجِدِ، لِيَعُودَهُ مِنْ قَرِيبٍ فَلَمْ يَرُعْهُمْ» وَفِي المَسْجِدِ خَيْمَةٌ مِنْ بَنِي غِفَارٍ، إِلَّا الدَّمُ يَسِيلُ إِلَيْهِمْ، فَقَالُوا: يَا أَهْلَ الخَيْمَةِ، مَا هَذَا الَّذِي يَأْتِينَا مِنْ قِبَلِكُمْ؟ فَإِذَا سَعْدٌ يَغْذُو جُرْحُهُ دَمًا، فَمَاتَ فِيهَا)(56)عائشہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے کہ سعد کے بازو کی رگ(اکحل) میں خندق کے دن زخم آیا نبی ﷺ نے (ان کے لئے) مسجد میں خیمہ نصب فرما دیا تاکہ قریب سے عیادت کرسکیں، مسجد میں قبیلہ بنو غفارکا بھی خیمہ نصب تھا انھوں نے کہا کہ یہ کیسا خون ہے جو ہمارے پاس تمھاری طرف سے آرہا ہے؟ سعد رضی اللہ عنہ کا اسی زخم کی وجہ سے انتقال ہوگیا"

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مریض کامسجد میں ٹھہرنا جائز ہے اگرچہ وہ زخمی ہی کیوں نہ ہو(57)۔اس تفصیل سے یہ نتیجہ نکلتاہے کہ مریض یازخمی کابوقت ضرورت علاج کی غرض سے مسجد میں قیام کرناجائزہے۔ہاں اگراس کاکوئی متبادل انتظام ہے تواحتیاط کے پیش نظروہاں ٹھہرنازیادہ اچھاہے۔سب سے بہتر یہ ہے کہ محلہ میں موجود مسجد سے ملحق کوئی ایسی جگہ ضرور ہونی چاہیے جہاں فوری طبی امداد کا انتظام ہو۔مریض کے ٹھہرنے کابندوبست ہو اچھی اور قابل اعتماد ادویات موجود ہوں۔بہترین سہولتوں سے آراستہ ڈسپنسری ہو جہاں مریضوں اور زخمیوں کا فوری علاج کیا

جاسکے۔اور جو بھی مریض یازخمی جتنی دیر قیام کرے اس کی بہترین دیکھ بھال کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی اصلاح اور دوسروں کی اصلاح کا جذبہ پیدا کیا جائے۔یوں ایسے افراد تیار ہوسکتے ہیں۔جو اصلاح معاشرہ کی ذمہ داری ادا کرسکتے ہیں۔

فرقہ واریت کی تردید

فرقہ واریت میں غلو کی وجہ سے آج امت اسلامیہ تقسیم ہو کر رہ گئی ہے۔ایک فرقہ دوسرے فرقے سے تعلق رکھنے والوں کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں، عدم برداشت کا کلچر عام ہو گیا ہے۔ایک سادہ لوح مسلمان اپنی دینی سمت کھو کر رہ گیا ہے۔وہ یہ معلوم کرنے سے قاصر ہو گیا ہے کہ کون سا فرقہ حق پر ہے اور کون سا حق پر نہیں ہے۔اغیار نے فرقہ پرستی سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے اور مسلسل پہنچا رہے ہیں۔اتحاد امت کا درس بھلا یا جا چکا ہے۔مثبت اور معقول قیادت (leader ship)کا فقدان پیدا ہو چکا ہے۔مبلغین وخطبا منبر رسولؐ سے امت کی صحیح رہنمائی نہیں کر پا رہے۔ ان تمام حالات میں امت مسلمہ کو بھولا ہوا سبق یاد دلانے کے لیے مسجد کا بنیادی کردار سامنے آتا ہے۔لہذا اس کردار کو صحیح معنوں میں اجاگر کرنے لئے مسجد کے آئمہ اور خطبا مکمل تعلیم یافتہ ہونے چاہیں۔جو دینی و دنیاوی لوگوں کی تفریق ختم کر کے امت کو صحیح سمت کی طرف لے کر چلیں اور وہ سمت ہے قرآن وحدیث کی،ان دونوں اہم چیزوں کو مصدر اصلی کے طور پر پیش کرتے ہوئے لوگوں کو ان سے روشناس کیا جائے اور ان کے ذہنوں میں یہ بات بٹھائی جائے کہ آپس میں فرقوں کی بنیاد پر تقسیم ہو کر اپنے مسلمان ہونے والی حیثیت کو ضائع مت کریں۔وقت کے تقاضوں، حالات کے رخ اور عصر حاضر کے چیلنج کو سمجھتے ہوئے اپنا تعارف صرف اور صرف مسلمان کے طور پر کروائیں اور اپنی صفوں میں اتحاد و یگانگت پیدا کرتے ہوئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں۔یہ ہے وہ آواز جسے آج مسجد کے منبر و محراب سے بلند کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ایک فرقے سے تعلق رکھنے والا مسلمان دوسرے فرقے سے تعلق رکھنے والے مسلمان کو دائرہ اسلام سے خارج نہ سمجھے محض مختلف فرقوں سے تعلق رکھنے کی وجہ سے فتنے پیدا نہ کئے جائیں۔مختلف جھگڑے نہ اٹھائے جائیں تاکہ امت مسلمہ کے اتحاد کا شیرازہ بکھرنے نہ پائے۔

پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں کہ معاشرتی تعلقات کو استوار کرنے کے لئے مسجد کی حیثیت ایک مستقل ادارے کی سی ہے۔اور اسلام کا معاشرتی پروگرام مسجد ہی کے ذریعے زیادہ کامیاب ہو سکتا ہے۔اس سلسلے میں مسجدوں کی صحیح تنظیم کو بڑی اہمیت حاصل ہے تاکہ مطلوبہ نتائج پوری طرح حاصل ہو سکیں(58)۔قرآن کریم میں امت مسلمہ کے مابین اخوت، بھائی چارے اور اتحاد کے تصور کو اچھی طرح اجاگر کیا گیا ہے اور مختلف فرقوں میں تقسیم ہونے سے روکا گیا ہے۔ارشاد باری تعالی ہے {وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا} (59)"اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو"۔

اکثر مفسرین نے "حبل" سے مراد قرآن کریم لیا ہے اور بعض نے دین اسلام کو مراد لیا ہے قرآن ہو یا دین اسلام دونوں ایک ہی چیز کے نام ہیں۔دونوں میں کسی قسم کا کوئی تضاد نہیں ہے۔لہذا اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھنے سے مراد

دین اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنا ہے۔امام شوکانی رحمہ اللہ کے نزدیک اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اکھٹے ہو کر دین اسلام یا قرآن کو مضبوطی سے تھامے رکھنے کا حکم دیا ہے اور دین میں اختلافات پیدا کر کے باہم فرقہ واریت سے منع فرمایا ہے(60) ۔اور اسی طرح علامہ محمد رشید رضا اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ایک وطن میں رہنے والوں کو بھی باہم اتحاد کا مظاہرہ کرنا چاہیے تاکہ وطن کا اتحاد برقرار رہے،انہیں چاہیے کہ باہم فرقہ واریت سے دوچار نہ ہوں، آپس میں عداوت اور دشمنی پیدا نہ کریں۔اسلام یہ حکم دیتا ہے کہ ایک علاقے یا ایک ملک میں رہنے والے چاہے وہ کسی بھی مذہب یا جنس سے تعلق رکھتے ہوں باہم متحد رہیں اور تفرقے میں نہ پڑیں، تاکہ ملک وعلاقے کا تحفظ یقینی بنایا جاسکے،اور اس طرح نئے نئے مسالک اور فرقے پیدا کرنا اور انکی بنیاد پر باہم مخالفتیں پیدا کرنا قطعاًنا جائز عمل ہے(61)۔ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مومنین کو آپس میں ایک عمارت اور کبھی ایک جسم کی مانند فرما کر انکا تعلق اتنا مضبوط فرمادیا ہے کہ فرقوں کی بنیاد پر تقسیم کی کوئی گنجائش باقی ہی نہیں رہتی۔نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا(تَرَى المؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ، كَمَثَلِ الجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالحُمَّى)(62)" تم مومنین کو آپس میں رحمدل، محبت کرنے والے، اور نرمی کرنے والے دیکھو گے جیسے ایک جسم ہوتا ہے اس کے کسی ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو پورا جسم بیداری اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسی بات کو ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ مومنین کی ایک جسم سے تشبیہ دراصل ان کے باہمی حقوق کی دلیل ہے اور ایک دوسرے سے تعاون بڑھانے کی تلقین ہے۔اور آپس میں ایک دوسرے سے نرمی ومحبت سے پیش آنے کی نصیحت ہے(63)۔

اگر غور کیا جائے تو باہم مل جل کر پُر امن رہنے اور محبت سے پیش آنے کا درس کہاں دیا جائے تو زیادہ مؤثر ہو گا؟یقینا یہ کام مسجد کے منبر ومحراب سے ہی ہو سکتا ہے۔لھذا آج ایک دوسرے کو کافر کہنے کی بجائے نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کو تازہ کیا جائے۔ان تعلیمات کو مسجد کے منبر ومحراب سے پوری قوت سے اٹھایا جائے۔لوگوں کو باہم محبت سے پیش آنے کی تلقین کی جائے تاکہ ایک مضبوط مسلم معاشرہ وجود میں آسکے۔

دہشت گردی کی تردید

دہشت گردی کو عربی زبان میں " الارھاب "کہتے ہیں۔ جسکا مادہ "رھب "ہے اسکا معنی خوف اور گھبراہٹ ہے(64) ۔عصر حاضر میں "ارھاب" کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ پُر امن لوگوں کو ڈرایا جائے، آبادی کو تباہ کیا جائے۔ اسی مطلب اور مفہوم کی اسلام نے نفی کی ہے اور کہا ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو ڈرائے۔موجودہ دہشت گردی کی لہر جس نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور اسے خوف زدہ کر دیا ہے۔ہر شخص

چاہے وہ بوڑھا ہے یا جوان، مرد ہے یا عورت دہشت گردی کی اس لہر سے اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتا ہے۔ خاص طور پر مسلم معاشرہ اس کی زد میں ہے، چوک و چوراہے، بازار و عبادت گاہیں، پارک اور سیر گاہیں سب غیر محفوظ ہو کر رہ گئے ہیں۔ ان حالات میں معاشرے کی صحیح رہنمائی کے لئے مسجد کا بنیادی کردار کھل کر سامنے آتا ہے۔ یہاں سے لوگوں کی اسلام کے مطابق رہنمائی کی جائے۔ معاشرے کے عام اور سادہ لوح افراد کی ہدف بناکر ذہن سازی کی جائے کہ کسی ایک نفس کا قتل پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے۔ تاکہ کوئی بھی سادہ لوح شخص خوف و دہشت کی لہر کا حصہ نہ بن سکے۔ قتل و غارت کی مذمت فرماتے ہوے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا{مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا}(65)"اس (قتل) کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم نازل کیا کہ جو شخص کسی کو(ناحق) قتل کرے گا (یعنی) بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا۔اور جو اسکی زندگی کا موجب ہوا تو گویا تمام لوگوں کی زندگی کا موجب ہوا"

ابو مظفر سمعانی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں امام قتادہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جس شخص نے کسی دوسرے کو قتل کیا تو گویا گناہ کے لحاظ سے اس نے پوری انسانیت کا قتل کیا۔ اور جس نے اسے زندہ رکھا اور قتل سے رک گیا تو ثواب کے لحاظ سے اس نے پوری انسانیت کو زندہ رکھا۔ اور اس کے قتل سے رک گیا(66)۔ یہی وہ درس ہے جس کے لیے مسجد کے منبر کا بھر پور استعمال کر کے لوگوں میں شعور پیدا کرنا چاہیے۔ اگر یہ فرض جانکاری سے ادا کیا جائے تو معاشرے سے قتل و غارت کا خاتمہ ہو سکتا ہے، اور دہشت گردی اپنی تمام اقسام و انواع سمیت جڑ سے اکھاڑی جاسکتی ہے۔ وھبہ زحیلی قتل و غارت کو ایک ایسا جرم قرار دیتے ہیں جو تمام معاشرے کے امن کو تباہ کر دیتا ہے اور اس کے وجود کو ہلا کر رکھ دیتا ہے، پُر امن لوگوں میں خوف و ہراس پھیلاتا ہے(67)۔ اس مضمون کو ذہن میں رکھتے ہوئے ناحق قتل کی مذمت پر اگر مسجد سے آواز اٹھائی جائے تو انتہائی موثر ہوگی اور دہشت گردی کے زہر کے خلاف ایک تریاق ثابت ہوگی۔ نبی کریم ﷺ نے خوف و ہراس پھیلانے، امن تباہ کرنے یہاں تک کہ کسی مسلمان کا دوسرے مسلمان کی طرف اپنے اسلحے سے اشارہ کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ ارشاد نبوی ہے (إِذَا أَشَارَ الْمُسْلِمُ عَلَى أَخِيهِ الْمُسْلِمِ بِالسِّلَاحِ فَهُمَا عَلَى جُرُفِ جَهَنَّمَ، فَإِذَا قَتَلَهُ خَرَّا جَمِيعًا فِيهَا)(68)"جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی طرف اسلحہ سے اشارہ کرے تو وہ دونوں جھنم کے کنارے پر ہوتے ہیں تو جب (ان میں سے ایک دوسرے کو) قتل کردے تو دونوں اس میں گر جاتے ہیں"۔

عبدالرحمان مطرودی رحمہ اللہ دہشت گردی کی قباحت اور اس کے بارے میں اسلام کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اسلام نے پُرامن لوگوں کو بالواسطہ یا بلاواسطہ ڈرانا حرام قرار دیا ہے اور انہیں خوف زدہ کرنے کے تمام شگاف اور دروازے بند کر دیئے ہیں اور پرامن فضا کو گدلا کرنے سے روک دیا ہے(69)۔ بس یہ ہے وہ اسلام کی تعلیم جس کا مرکز مسجد ہونی چاہئے تاکہ معاشرے کے امن کو بحال و برقرار رکھا جاسکے۔

خواتین اور مسجد

خواتین معاشرے کا وہ حصہ ہیں جس کے بغیر معاشرہ نامکمل ہے، زندگی اس وقت تک کامیاب زندگی نہیں کہلاتی جبتک خواتین کا کردار سامنے نہ آجائے، ایک خاتون جب ماں کی حیثیت اختیار کرتی ہے تو اس کی گود اپنے بچے کے لئے پہلی بہترین تربیت گاہ ہوتی ہے، وہ جس طرح چاہے اپنے بچے کی ذہن سازی کر سکتی ہے، ایک خاتون جب بیوی کا مرتبہ حاصل کرتی ہے تو وہ براہ راست دو خاندانوں کو آپس میں جوڑنے یا توڑنے کا کردار ادا کر سکتی ہے۔ ان دونوں کے درمیان محبت یا نفرت پھیلانے کا باعث بن سکتی ہے۔ اگر اس خاتون کی تربیت اچھی ہوگی تو وہ جوڑنے اور باہم محبت کی علامت ہوگی اور اگر اس کی تربیت اچھی نہیں ہوگی تو وہ توڑنے اور باہم نفرتیں پھیلانے کے لئے کافی ہوگی۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد یہ بات سمجھنا آسان ہے کہ ایک اچھی تربیت یافتہ عورت ایک صالح معاشرہ پروان چڑھا سکتی ہے، ایک ایسی نسل تیار کر سکتی ہے جو معاشرے کی برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ دے۔ لیکن یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک خاتون کا تعلق خاص مواقع پر مسجد سے مضبوط نہ ہو جائے۔ عصر حاضر میں مسجد میں ایسا انتظام ضرور ہونا چاہے جہاں عورتیں باپردہ رہ کر وعظ و نصیحت میں شریک ہو سکیں۔ تاکہ وہ اپنے آپ کو معاشرے کا بہترین حصہ ثابت کر سکیں اور حقیقی معنوں میں اپنی اولاد کی تربیت کر سکیں۔ اسطرح معاشرے کی اصلاح بڑے اچھے، منظم مگر آسان طریقے سے کی جاسکتی ہے۔ زمانہ نبوت میں خواتین کا مسجد میں جانا ثابت ہے۔ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں (أَنَّ النِّسَاءَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ إِذَا سَلَّمْنَ مِنَ المكْتُوبَةِ، قُمْنَ وَثَبَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ صَلَّى مِنَ الرِّجَالِ مَا شَاءَ اللَّهُ، فَإِذَا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَامَ الرِّجَالُ)(70)رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جب عورتیں فرض نماز سے سلام پھیرتیں تو اٹھ جاتیں، اور رسول اللہ اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والے جب تک اللہ چاہتا ٹھہرے رہتے، جب اللہ کے رسول ﷺ کھڑے ہوتے تو لوگ بھی کھڑے ہو جاتے "۔

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کے نزدیک جماعت میں شامل ہونے کے لئے عورت کا مسجد میں آنا جائز ہے(71)۔ جبکہ امام بغوی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ خواتین کا مسجد میں جانا اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ وہ خوشبو استعمال نہ کریں(72)۔ امام نووی رحمہ اللہ نماز کے لئے عورت کا مسجد میں جانے کے لئے شرائط کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ خوشبو استعمال کرے نہ

ہی اپنی زینت ظاہر کرے، پازیب نہ پہنے کہ جن کی چھنکار سنی جائے، عمدہ لباس پہنے نہ ہی مردوں سے میل جول رکھے، نوجوان نہ ہو اور راستہ پُر امن ہو(73)۔ شیخ منصور علی ناصف کہتے ہیں کہ خواتین کا مسجد میں نماز کے لئے یا دیگر اچھے اجتماعات کے لئے جانا جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ باپردہ ہوں اور خوشبو نہ لگائیں(74)۔ہاں اگر فتنے کا خطرہ ہو تو خواتین مسجد میں نہ جائیں بلکہ ان کے لئے گھر میں نماز ادا کرلینا بہتر ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ "اگر اللہ کے رسول ﷺ یہ جانتے لیتے کہ عورتوں نے کیا نئے کام کیے تو آپ ضرور انھیں منع فرمادیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کیا گیا"(75)اس بات کا نچوڑ پیش کرتے ہوئے سید سابق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عورتوں کو مسجد جاتے ہوئے ہر اس کام سے بچنا چاہیے جو شہوت کو تقویت دیتا ہو۔ اگر وہ اجتناب کریں تو جائز ہے وگرنہ نہیں(76)۔

بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر خواتین مذکورہ شرائط کا خیال رکھتے ہوئے مسجد میں نماز یا کسی بھی تعلیمی و تربیتی اجتماع میں شریک ہونا چاہیں تو شریک ہو سکتی ہیں، ممانعت نہیں ہے۔ہاں اگر کسی فتنے کا اندیشہ ہو تو انہیں گھر میں ہی نماز اور دیگر اعمال صالحہ کا اہتمام کرلینا چاہیے۔ اس ضمن میں علامہ القاسمی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر کسی فتنے کا خدشہ موجود نہ تو عورتوں کے لئے گھر سے بہتر مسجد ہے۔ انہیں زیادہ ضرورت ہے کہ وہ وعظ و نصیحت سنیں تا کہ وہ بدعات، غلط عقائد اوراپنے شوہروں کی نافرمانی سے بچ سکیں(77)۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم معاشرے کو ٹھوس بنیادیں فراہم کرنا چاہتے ہیں، نسل کو سنوارنا چاہتے ہیں، اخلاقی اقدار عام کرنا چاہتے ہیں اور فتنوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو خواتین کو مسجد کے ساتھ جوڑنا پڑے گا۔ خیر و بھلائی کے اجتماعات میں شریک کرنا پڑے گا۔ اگر اہم ایسا کرلیں تو ایک صالح معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔

مساجد کو کیسے ہونا چاہیے ؟۔

مسجد ایک ایسا ادارہ ہے جو زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی کرنے کے لئے ایک مرکزی حیثیت کا حامل ہے۔ جہاں سے تعلیمی رہنمائی، تربیتی رہنمائی یعنی ہر طرح کی رہنمائی مل سکتی ہے۔ اس لئے ہر مسجد کی تعمیر ان تمام پہلوؤں کو ذہن میں رکھ کر کرنی چاہیے۔ ابراہیم بن صالح الخضیری ایک جامع مسجد کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مسجد کی عمارت کا باقاعدہ نقشہ بنایا جائے پھر اسے تعمیر کیا جائے، اس کا احاطہ کھلا رکھا جائے۔ مسجد کا انتظام و انصرام کرنے والوں کے گھر مسجد کے قریب ہونے چاہیئں تا کہ وہ بروقت اس کا خیال رکھ سکیں، اس میں پانی کا وافر انتظام ہو۔ مسجد کے پاس گاڑیاں پارک کرنے کی جگہ موجود ہو اور اس کی زمین باقاعدہ طور پر حکومت سے منظور شدہ ہو۔ مسجد کی زمین قبضہ کرنے کی بجائے باقاعدہ خریدی جائے، بڑی بڑی مساجد وزارتوں کے زیر نگرانی حکومتی اخراجات سے تعمیر کی جائیں جن میں بنیادی ضروریات کا خیال رکھا جائے۔ جیسے بجلی، پانی اور قالین وغیرہ(78)۔

نتائج

مسجد معاشرے کا محور ہے جہاں ذکر و عبادت کے ساتھ ساتھ تعلیم و تعلم، تربیت و عمل پر زور دیا جاتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جو معاشرے کے افراد میں ایسی وحدت پیدا کرتا ہے جیسے تسبیح کی ڈوری اپنے تمام دانوں کو اکٹھا کر دیتی ہے۔ مسجد تمام افراد میں ہم مقصدیت پیدا کرتی ہے یہاں آکر لوگوں میں احساس پیدا ہوتا ہے کہ وہ سب برابر ہیں۔ اور ایک ہی راہ کے مسافر ہیں۔ یہاں آکر معاشرے کے درد کا اندازہ ہوتا ہے کہ کون کس مصیبت میں ہے، کون کتنا پریشان ہے، کون پھٹے پرانے کپڑے پہننے پر مجبور اور کون فاقے میں ہے۔ ان سب کو ایک نظر سے دیکھنے سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ جس کے نتیجے میں اخوت کے مظاہرے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں کہ مسجد میں تمام مسلمان مساوی حیثیت رکھتے ہیں، ایک چمار اگر پہلے آیا تو وہ پہلی صف میں بیٹھے گا اور اگر کوئی رئیس آخر میں آیا تو وہ پیچھے بیٹھے گا، کوئی بھی بڑے سے بڑا آدمی مسجد میں اپنی سیٹ محفوظ نہیں کرا سکتا اور نہ ہی کوئی شخص اس بات کا مجاز ہے کہ اسے اس کی جگہ سے ہٹادے، تمام مسلمان ایک ہی صف میں کھڑے ہوں گے۔ یہاں نہ کوئی بڑا ہے اور نہ کوئی چھوٹا، نہ اونچ نہ نیچ، کسی کے چھونے سے کوئی ناپاک نہیں ہوتا۔ کسی کے برابر کھڑے ہونے سے کسی کو بٹہ نہیں لگتا۔ اس طرح سوسائٹی کے افراد کو یاد دلانا ہے کہ خدا کی نگاہ میں تم سب برابر ہو۔ طبقاتی امتیاز یا نسل، قبیلہ، رنگ اور وطن کی عصبیتیں غلط ہیں(79)۔

معاشرے میں مسجد کی حیثیت کسی تعلیمی ادارے میں استاد کی سی ہے۔ جس طرح استاد اپنے ادارے کے طلبہ کی ہر لحاظ سے، ہر پہلو سے رہنمائی کرتا ہے۔ اسی طرح ایک مسجد اپنے متعلق افراد کی ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے رہنمائی کرتی ہے۔ آیئے ہم نتائج کے طور پر معاشرے کے لئے مسجد کی اہمیت پر غور کرتے ہیں۔ تاکہ اسکا کردار سامنے آجائے اور وہ معاشرے کا اہم حصہ بن جائے۔

1. مسجد میں تمام عبادات کے ادا کرنے کا صحیح طریقہ سکھایا جانا چاہیے جیسے پنجگانہ نماز، نماز جنازہ تکفین و تدفین کے مسائل وغیرہ
2. تمام ارکان اسلام، اسلام کی بنیادیں اور اسکے احکام تفصیل سے ذکر کرنے چاہئیں۔
3. قرآن کریم کے نہ صرف حفظ کا اہتمام ہونا چاہیے بلکہ اسکی تفسیریں بھی پڑھائی جانی چاہئیں۔
4. احادیث کی باقاعدہ تعلیم ہونی چاہے اور سیرت نبوی کے تمام پہلوؤں کو بیان کیا جانا چاہیے۔
5. خطبات جمعہ حالات واقعات کی مناسبت سے ہونے چاہئیں تاکہ لوگوں کی صحیح رہنمائی کی جاسکے۔
6. نوجوانوں کو آداب اور اسلامی اخلاقیات کے درس دینے چاہئیں۔
7. مسجد میں آنے والوں کے سوالات کے تسلی بخش جوابات دینے چاہئیں۔
8. اجتماعی آداب سکھانے کا اہتمام ہونا چاہیے۔

9. مسجد میں اجتماعی سرگرمیوں جیسے تربیتی اجتماعات کا انعقاد ہونا چاہئے۔
10. علمی اضافے کے لئے جدید سہولیات سے آراستہ لائبریری ہونی چاہیے۔
11. مسجد کو معاشرے کا ایسا مرکز بنانا چاہے کہ جو حالات کے مطابق رہنمائی کا کردار ادا کرے۔
12. بڑوں کے ساتھ آنے والے بچوں سے انتہائی نرمی اور محبت سے پیش آنا چاہیے تاکہ وہ مسجد سے دلی محبت کریں۔
13. لوگوں کے اجتماعی معاملات کو مسجد سے جوڑنا چاہیے تاکہ لوگ اسے اپنا مرکز اور محور خیال کریں۔

مصادر و مراجع

1- الإفريقي ، محمد بن مكرم بن علي، (المتوفى: 711ھ)،لسان العرب(3/254)،دار صادر - بيروت، الطبعة: الثالثة - 1414ھ۔

2۔ الحموي ، أحمد بن محمد ، ، المصباح المنير في غريب الشرح الكبير ،(المتوفى: نحو 770ھ)،ص 236،المكتبة العلمية - بيروت ١٩٨٧۔

3- سورة يوسف ۔(100)۔

4۔ القرطبي ، محمد بن أحمد، (المتوفى: 671ھ) ،الجامع لأحكام القرآن (9/265)، دار الكتب المصرية - القاهرة،لطبعة: الثانية، 1384ھ

- 5۔اعلام الساجد ص(13۔14)۔

6۔ المصباح المنير في غريب الشرح الكبير ،ص286۔

7۔ سورة الجن ۔(19)۔

8۔أبو بكر محمد بن الحسن بن دريد الأزدي (المتوفى: 321ھ-) ،جمهرة اللغة(2/66)،دار العلم للملايين - بيروت،١٩٨٧۔

9۔ اعلام الساجد ص(13۔14)۔

10۔ الترمذي، أبو عيسى ،محمد بن عيسى (المتوفى: 279ھ)، سنن الترمذي ،شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي - مصر،الطبعة: الثانية، 1395 ھ ص(2/231)،ح(317)۔

11۔اعلام الساجد ص (13۔14)۔

12۔ الآلوسي ، محمود بن عبد الله (المتوفى: 1270ھ)،روح المعاني ،دار الكتب العلمية - بيروت الطبعة: الأولى، 1415 ھ۔

13۔ سورۃ الجن۔(18)۔
14۔ الصابوني ، محمد علي ، صفوة التفاسير(3/436)، دار الصابوني للطباعة والنشر والتوزيع - القاهرة،الطبعة: الأولى، 1417 هـ -
15۔سورۃ توبۃ ۔(18)۔
16۔ أبو عبد الله، محمد بن عمر، الرازي (المتوفى: 606ھ)، مفاتيح الغيب(4/13)، دار إحياء التراث العربي - بيروت۔ الطبعة: الثالثة - 1420 هـ ۔
17۔البيضاوي ، عبد الله بن عمر (المتوفى: 685ھ)، أنوار التنزيل وأسرار التأويل،دار إحياء التراث العربي - بيروت،الطبعة: الأولى - 1418 هـ۔
18۔ سورۃ بقرۃ۔(114)۔
19۔ مفاتيح الغيب(4/13)۔
20۔ أبو عبدالله ،البخاري ،محمد بن إسماعيل ، ، صحيح البخاري،كتاب الصلاة، ص(78)،ح(450)،دار طوق النجاة ،الطبعة: الأولى، 1422هـ۔
21۔ العيني ، محمود بن أحمد ،بدر الدين (المتوفى: 855ھ) ،عمدة القاري شرح صحيح البخاري(4/213)۔
22۔ سنن الترمذي ،ص(154)،ح(594)۔
23۔عون المعبود شرح سنن أبي داود(2/126)۔
24۔ صحيح البخاري،كتاب الصلاة،(1/96)۔
25۔ نفس المصدر،كتاب الصلاة،ص(77) ح(444)۔
26۔ سورہ نور۔(36۔37)۔
27۔ الطبري ،محمد بن جرير (المتوفى: 310ھ) ،جامع البيان في تأويل القرآن (17/315)،مؤسسة الرسالة،الطبعة: الأولى، 1420 هـ ۔
28۔ أبو حيان ،محمد بن يوسف ،الأندلسي (المتوفى: 745ھ)، البحر المحيط في التفسير(8/47)،دار الفكر - بيروت الطبعة: 1420 هـ۔
29۔ العسقلاني ، أحمد بن علي بن حجر ، فتح الباري شرح صحيح البخاري(1/549)،دار المعرفة - بيروت، 1379 هـ۔
30۔ أ. د صالح بن غانم ،الأثر التربوي للمسجد1(/9)، الكتاب منشور على موقع وزارة الأوقاف السعودية بدون بيانات۔
31۔ القشيري، مسلم بن الحجاج (المتوفى: 261ھ)، صحيح مسلم ،فضل اسباغ الوضو1(/219)،دار إحياء التراث العربي - بيروت ۔
32۔ أبو عبد الله، محمد بن يزيد القزويني، (المتوفى: 273ھ)، سنن ابن ماجه(1/81)، دار إحياء الكتب العربية -
33۔ السيوطي، عبدالرحمان (ت 911 ھ)،شرح سنن ابن ماجه(1/20)۔
34۔ صحيح البخاري،كتاب الصلاة،(1/102)،ح 474۔
35۔ العسقلاني ، أحمد بن علي بن حجر ، فتح الباري شرح صحيح البخاري(1/157)۔
36۔ صحيح مسلم ،فضل الاجتماع على تلاوة القران(4/2074)۔

37۔ النووي ، يحيى بن شرف، المنهاج شرح صحيح مسلم(17/22)، دار إحياء التراث العربي – بيروت،الطبعة: الثانية، 1392۔
38۔ مجلس الدعوة والإرشاد ،خطب الجمعة ومسؤوليات الخطباء(1/6)،وزارة الشئون الإسلامية – السعودية، 1425ھ۔
39۔سعيد بن علي ثابت ،الجوانب الإعلامية في خطب الرسول صلى الله عليه وسلم(1/29)، وزارة الشئون الإسلامية – السعودية،الطبعة: الأولى۔
40۔عباس محجوب ،هيئات التربية الإسلامية (1/111)، الجامعة الإسلامية، المدينة المنورة الطبعة: السنة الثانية عشر – 1400ه۔
41۔ افريقي،لسان العرب (1/401)۔
42۔سورة الاعراف۔(58)۔
43۔ السمرقندي ، أبو الليث ،نصر بن محمد (المتوفى: 373ه) ، بحر العلوم(1/524)۔
44۔ سنن الترمذي(3/390)ح(1089)۔ «هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ حَسَنٌ فِي هَذَا البَابِ۔
45۔ ملا القاري، علي بن محمد (المتوفى: 1014ه)، مرقاة المفاتيح (5/2072)، دار الفكر، بيروت – لبنان،الطبعة: الأولى، 1422ه – 2002م۔
46۔ القاهري ،زين الدين بن تاج ، التيسير بشرح الجامع الصغير(1/176)، مكتبة الإمام الشافعي – الرياض،الطبعة: الثالثة، 1408ه –
47۔ ابن الهمام ،كمال الدين (المتوفى: 861ه) ،فتح القدير(2/343-344)، دار الفكر، الطبعة: بدون طبعة وبدون تاريخ ۔
48۔ سوره شورى۔(38)
49۔أبو البركات النسفي (المتوفى: 710ه) ،تفسير النسفي (3/258)، دار الكلم الطيب، بيروت،الطبعة: الأولى، 1419 ھ۔
50۔نفس المصدر(3/258)۔
51۔ صحيح البخاري،كتاب الصلاة،التقاضي و الملازمه فى المسجد(1/96)،ح(457)۔
52۔ابن رجب ، عبد الرحمن بن أحمد(المتوفى: 795ه)،فتح الباری(3/348)، مكتبة الغرباء الأثرية – المدينة النبوية.الطبعة: الأولى، 1417 ھ–
53۔ فتح الباري۔ شرح صحيح البخاری(13/157)۔
54۔ ناصر بن عبد الكريم ،أثر العلماء في تحقيق رسالة المسجد(1/16)،وزارة الشئون الإسلامية، المملكة العربية السعودية۔،الطبعة: الأولى، 55۔وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية – الكويت،الموسوعة الفقهية الكويتية(37/208)الطبعة: (من 1404 – 1427 ھ)۔
56۔ صحيح البخاري،كتاب الصلاة، الخيمه فى المسجد للمرضى ،ص(80)،ح (463)۔
57۔ النووي ، يحيى بن شرف (المتوفى: 676ه)، المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج(8/241).
58۔پروفیسر خورشید احمد،اسلامی نظریہ حیات ص(418)۔
59۔ سورة آل عمران۔103۔
60۔ الشوكاني ،محمد بن علي ، (المتوفى: 1250ه)،فتح القدير(1/421)، دار ابن كثير – دمشق، بيروت،الطبعة: الأولى – 1414 ھ

61۔ رضا، محمد رشید (المتوفى: 1354ھ)، تفسير القرآن الحكيم (تفسير المنار) (18/4)،الهيئة المصرية العامة للكتاب ۔
62۔ صحیح البخاري، كتاب الفتح (6011/10)۔
63۔ فتح الباري شرح صحيح البخاري(439/10)۔
64۔ الجزري ابن الأثير ، (المتوفى: 606ھ) النهاية في غريب الحديث والأثر(280/2)،المكتبة العلمية - بيروت، 1399ھ - 1979م۔
65۔سورۃ المائدہ۔(32)۔
66۔ السمعاني، منصور بن محمد (المتوفى: 489ھ)، تفسير القرآن(33/2)، ،دار الوطن، الرياض - السعودية، الطبعة: الأولى، 1418ھ۔
67۔ الزحيلي، د وهبة بن مصطفى ،التفسير المنير في العقيدة والشريعة والمنهج(163/6)،دار الفكر المعاصر - دمشق، الطبعة : الثانية ، 1418ھ ۔
68۔النسائی ، أحمد بن شعيب ، السنن ،تحريم القتل(124/7)،ح(4116)،مكتب المطبوعات الإسلامية - حلب،الطبعة: الثانية، 1406ھ ۔
69۔مطرودي، عبد الرحمن ،نظرة في مفهوم الإرهاب (46/1)، الكتاب منشور على موقع وزارة الأوقاف السعودية بدون بيانات ۔
70۔ صحيح البخاري،كتاب الاذان، خروج النسا الى المساجد ، ص (140) ،ح(866) ۔
71۔ يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر(المتوفى: 463ھ)، الاستذكار(453/2)،دار الكتب العلمية - بيروت ،الطبعة: الأولى، 1421ھ۔
72۔ البغوي ،شرح السنة، حسين بن مسعود(المتوفى: 516ھ)، المكتب الإسلامي - دمشق، بيروت،الطبعة: الثانية، 1403ھ ۔
73۔ المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج(399/2)۔
74۔منصور ناصف، التاج الجامع للاصول(236/1)، احيا التراث العربي، بيروت۔بدون بيانات۔
75۔ صحيح البخاري،كتاب الاذان، خروج النسا الى المساجد ، ص (140) ،ح(867)۔
76۔ سيد سابق (المتوفى: 1420ھ)، فقه السنة(202/1)، دار الكتاب العربي، بيروت - لبنان،الطبعة: الثالثة، 1397 ھ ۔
77۔ القاسمی، اصلاح المساجد من البدع والعوائدص(223)۔
78۔الحضيري ،إبراهيم بن صالح ،أحكام المساجد في الشريعة الإسلامية(44/1)، وزارة الشئون الإسلامية ،السعودية۔الطبعة: الأولى، 1419ھ۔
79۔پروفیسر،خورشید احمد،اسلامی نظریہ حیات،ص(312)۔